© rasailojaraid.com

مغرب کا مسلمانوں اور مسلمانوں کا مغرب کے بارے میں تصوّر
(ایک سیمینار کا موضوع)

کوئی کلچر دوسرے کلچروں اور تہذیب و تمدن کے اثرات قبول کیے بغیر پنپ نہیں سکتا اور نہ ہی وہ اکیلے ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے، بلکہ ایک کلچر کے لوگ دوسرے کلچر کے لوگوں سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اور دُنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ سرد جنگ کے بعد موجودہ دور میں جدید ترین ذرائع ابلاغ کے باوجود مغربی دُنیا اور اسلام کے مابین ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی صلاحیت ناقابلِ یقین حد تک محدود ہے۔ یہ بات سابق صدر پاکستان فاروق احمد خان لغاری نے اسلام آباد میں منعقد ہونے والے تین روزہ بین الاقوامی سیمینار کے استقبالیہ خطاب میں کہی۔ یہ بین الاقوامی سیمینار کرسچن - مسلم ڈائیلاگ کے فروغ کے لیے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی - اسلام آباد اور مسیحی - مسلم انڈر سٹینڈنگ سنٹر، جارج ٹاؤن یونیورسٹی - واشنگٹن ڈی - سی امریکہ کے باہمی اشتراک سے ہفتہ ۴ اکتوبر سے پیر ۶ اکتوبر ۱۹۹۷ء اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ سیمینار کا موضوع "مغرب کا مسلمانوں اور مسلمانوں کا مغرب کے بارے میں تصوّر" تھا۔ اس سیمینار میں امریکہ، سعودی عربیہ، ترکی، بنگلہ دیش، سنگاپور، مراکش، قزاقستان، فرانس، سپین، مصر اور پاکستان کے چالیس مسیحی اور مسلم سکالرز نے شرکت کی۔

اپنے صدارتی خطاب میں صدر فاروق لغاری نے کیتھولک چرچ کی جانب سے کرسچین - مسلم ڈائیلاگ کے فروغ کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں اور اقدام کو زبردست خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ امر قابلِ ستائش ہے کہ مسیحی - مسلم ڈائیلاگ کی راہوں کو ہموار کرنے کے لیے گزشتہ سالوں میں بہت اُمید افزا پیش رفت ہوئی ہے اور اس میں خاص طور پر وٹی کن کے "سیکرٹریٹ برائے دیگر مذاہب" نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اُنھوں نے ملائشیا اور امریکہ میں بھی چند ایک تنظیموں کا ذکر کیا۔

صدر پاکستان نے کہا کہ انسان کو درپیش بہت سارے مسائل کا حل دوسرے مذاہب میں موجود مثبت افکار کو فروغ دینے اور ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے میں پنہاں ہے۔

ملک معراج خالد سابق نگران وزیر اعظم پاکستان اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ریکٹر نے کہا کہ "اسلامی جہاد کے نام پر چند انتہا پسندوں کی طرف سے دہشت گردی کے واقعات پوری مغربی دُنیا میں اسلام کے بارے میں منفی سوچ کا سبب بنے ہیں، لہٰذا آج اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ پوری دُنیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں روشن خیال اور اچھی سوچ کے حامل خواتین و حضرات سامنے آئیں اور خاص طور پر مسیحی اور مسلم سکالرز کا یہ فرض ہے کہ وہ مغرب میں ان مشترکہ بنیادوں اور انسانی قدروں اور عقائد کی تلاش کریں جن سے نہ صرف مغرب بلکہ پوری دُنیا میں پائیدار امن قائم ہو، اور ان کی بدولت آئندہ صدی میں مثبت سوچ اور اُمید کی کرن پیدا ہو سکے۔

جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے پروفیسر جان اسپوسیٹو نے کہا کہ بدقسمتی سے امریکی باشندوں اور خاص طور پر نوجوان نسل کے ذہنوں پر اسلام کی چھاپ منفی ہے۔ اس کی بڑی وجہ ایران میں امریکی سفارت خانہ کو ۴۴۴ دن تک یرغمال بنائے رکھنا ہے۔ اس کی خبر سی - این - این ہر روز ٹیلی کاسٹ کرتا تھا جس میں بہت جوشیلے اور انتہا پسند مسلمانوں کو امریکہ کے خلاف نعرے لگاتے دکھایا جاتا تھا۔ اس کی بدولت امریکیوں کے ذہن میں اسلام کا تصوّر ایران کے برابر ہے۔ علاوہ ازیں پین - ایم جہاز کو فضا میں بم سے اڑانے اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بھی بم دھماکوں میں مسلمانوں کے ملوث ہونے کی بدولت بہت منفی اثرات مرتّب ہوئے ہیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس چھاپ کو دور کیا جائے۔ مغرب اور مسلمانوں کے درمیان افہام و تفہیم کی فضا کو قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے، تاکہ ہم بہتر مستقبل کی طرف قدم بڑھا سکیں۔ اس کے لیے ہمیں ایک دوسرے پر اعتبار کرنا ہوگا۔

سعودی عرب کے پروفیسر ڈاکٹر اسماعیل ابراہیم نواب نے کہا کہ اکیسویں صدی کی دہلیز پر مسلم اور مسیحی ایک نئے دور میں داخل ہو رہے ہیں۔ چند گلاب کھلنا شروع ہو گئے ہیں، مگر بہت سارے کانٹے بھی ہیں۔ اُنھوں نے اسلام کے بارے میں میڈیا کی لگاتار منفی اپروچ پر شدید نکتہ چینی کی۔ اُنھوں نے کہا کہ اس کی وجہ سے مغرب میں مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت اور غم و غصہ پایا جاتا ہے، تاہم مغرب میں چند ایک روشن خیال کیتھولک اور دیگر مسیحیوں کی طرف سے مسلم - مسیحی رابطہ میں خاص پیش رفت ہوئی ہے اور وہ مسلمانوں کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

بنگلہ دیش کی خاتون دانشور ڈاکٹر رضیہ اختر بانو کی رائے کے مطابق مسلمان مغربی مسیحیوں سے تعلیمی، معاشرتی، عسکری نیز زندگی کے ہر شعبہ میں بہت پیچھے ہیں۔ اس لیے مسلمان اپنے آپ کو کمتر سمجھتے ہیں، لہٰذا اس خلا کو پُر کرنے کے لیے ڈائیلاگ کی ضرورت ہے۔

آسٹریلیا کے ڈاکٹر ریاض حسن نے انڈونیشیا کے ۱۴۷۲ اور پاکستان کے ۱۱۶۳ افراد کا سروے پیش کیا، ان کی ریسرچ کے مطابق پاکستان میں پریس، ٹی - وی، سیاست [دانوں]، سرکاری اداروں اور حکومت پر عوام کا اعتماد بے حد کم ہے، جبکہ انڈونیشیا جو [سرکاری طور پر ایک] غیر اسلامی ملک ہے وہاں پر اعتماد مقابلتاً بہت زیادہ ہے۔ اُنھوں نے ان دو ممالک کی سٹڈی سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس کے مطابق عالمی بقا کے لیے مذہب اور ریاست کو الگ رکھنے میں ہی بہتری ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تین روزہ سیمینار بہت اچھی فضا میں منعقد ہوا اور اس میں تمام شرکاء کو کھل کر بات چیت کرنے اور تبادلۂ خیال کا موقع ملا جس سے تاثر ملا کہ مغرب [کا رویہ] مسلمانوں سے متعلق مثبت نہیں ہے اور وہ ان کو دہشت گرد، انتہا پسند اور مذہبی جنونیوں کے زمرے میں رکھتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمان مغرب کے لوگوں کو آزاد خیال، مذہب سے دور اور سیکولرازم کے حامل اور مسلمانوں کے خلاف منفی سوچ رکھنے والے خیال کرتے ہیں۔

تین دن بحث مباحثہ کے بعد اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ جس طرح بہت سارے مسیحی اسلام کے سکالر ہیں، اسی طرح بہت سارے مسلمانوں کو بھی مسیحیت کا سکالر ہونا چاہیے اور اس کی سٹڈی مسیحی زاویۂ نگاہ سے کرنا چاہیے۔

نیز جس طرح مغرب میں بہت ساری کرسچن یونیورسٹیوں میں مسلم پروفیسر اسلام پڑھاتے ہیں، اسی طرح اسلامی یونیورسٹیوں میں کرسچن پروفیسرز کو مسیحی مذہب پڑھانا چاہیے۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ ہر ایک مذہب کا احترام کرنا چاہیے۔ (رپورٹ فادر جیمز چنن، او۔ پی، پندرہ روزہ "شاداب" - لاہور، یکم تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

ملائشیا: "فصل پک کر تیار ہے، مگر کارکن بہت ہی کم ہیں۔"

["ایونجلیکل مشترا انفارمیشن سروس" کے پندرہ روزہ "پلس" (Pulse) نے ۲۱ نومبر ۱۹۹۷ء کے شمارے میں ملائشیا کی مسیحی برادری کے بارے میں اپنے نمائندے کا ایک مضمون شائع کیا ہے، ذیل میں اِس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔ مدیر]

جولائی ۱۹۹۷ء کے بعد بازارِ زر میں ملائشیا کی کرنسی رنگٹ کی مالیت ڈالر کے مقابلے میں ۳۰ فیصد کم ہو گئی، اور یہ صورتِ حال جنوب مشرقی ایشیا میں ڈرامائی طور پر ابھرنے والی "اقتصادی طاقتوں" کے لیے مسلسل پریشانی کا باعث ہے۔ ملائشیا کے وزیر اعظم ڈاکٹر مہاتر محمد نے کرنسی کے تاجروں کو اپنی سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کرنسی کے کاروبار کے لیے کچھ اصول و ضوابط طے کرنے پر زور دیا ہے، تاہم بے یقینی اور ہر لحظہ بدلتی صورتِ حال میں ملائشیا کی مسیحی برادری معاشرے میں اپنے وجود کا احساس دلانے کے لیے کوشاں ہے۔ "نیشنل کرسچن فیلوشپ آف ملائشیا" کے جنرل سیکرٹری وانگ کم کانگ چرچ کے اس کردار سے مطمئن نہیں جو اُس نے ماضی میں ادا کیا ہے۔ "اگرچہ خداوند خدا نے اس قوم کو مالی اعتبار سے نوازا ہے ---، مگر چرچ اِس لحاظ سے اُن کاموں کے لیے ایثار نہ کر سکا جو خدا کی بادشاہت کا تقاضا ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری خوش حالی اور اقتصادی ترقی نے چرچ کی ہمہ وقتی

© rasailojaraid.com